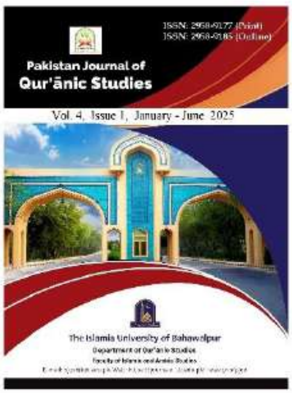

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185

Vol. 4, Issue 1, January – June 2025, Page No. 113 - 126

HEC: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089226#journal_result

Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs

Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/243

Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/4159

Publisher: Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title **A Review of Modernist Tendencies in Sir Syed Ahmad Khan's Tafsir Al-Qur'an in the context of Islamic Thought**

Author (s):

Dr. Anwar Ali
SST, Govt Higher Secondary School Topi, Swabi, Khyber Pakhtunkhwa, Email: anwaraliphd@gmail.com.

Muhammad Amir Farooq
Teaching Assistant, Department of Islamic & Religious Studies, Hazara Universit, Mansehra, amirfarooq902@gmail.com

Dr. Shahid Amin
Associate Professor, Department of Islamic & Religious Studies, Hazara University Mansehra shahidaminn@live.com

Received on: 20 June, 2025
Accepted on: 22 June, 2025
Published on: 30 June, 2025

Citation: Dr. Anwar Ali, Muhammad Amir Farooq, and Dr. Shahid Amin. 2025. "فکرِ اسلامی کے تناظر میں سر سید احمد خان کی تفسیر القرآن میں تجدد پسندانہ رجحانات کا جائزہ: A Review of Modernist Tendencies in Sir Syed Ahmad Khan's Tafsir Al-Qur'an in the Context of Islamic Thought". *Pakistan Journal of Qur'ānic Studies* 4 (1):113-26. https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/4159.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

فکرِ اسلامی کے تناظر میں سرسید احمد خان کی تفسیر القرآن میں تجدد پسندانہ رجحانات کا جائزہ

A Review of Modernist Tendencies in Sir Syed Ahmad Khan's Tafsir Al-Qur'an in the context of Islamic Thought

Dr. Anwar Ali
SST, Govt Higher Secondary School Topi, Swabi, Khyber Pakhtunkhwa,
Email: anwaraliphd@gmail.com
Muhammad Amir Farooq
Teaching Assistant, Department of Islamic & Religious Studies, Hazara Universit, Mansehra, amirfarooq902@gmail.com
Dr. Shahid Amin
Associate Professor, Department of Islamic & Religious Studies, Hazara University Mansehra shahidaminn@live.com

Abstract:

Islamic Modernism is the response to Western cultural challenge. It is re-reading Quran and Sunnah and then interpreting them in light of modern context. This movement has features of critical re-examination of Islamic concepts and also a new approach to Quranic exegesis, i-e, Tafseer. Prominent leaders of this movement include Sir Syed Ahmad Khan, Muhammad Abduh, Jamal ud Din Afghani and Hameed ud Din Farahi. In sub-continent this movement is known as Farahi. Sir Syed Ahmad Khan was born in Sadaat Family in the late Mughal period. He served a lot of years in the judiciary. He was conferred upon the title of Sir. He is founder of Ali Garh Educational System. He wrote many books on Islamic topics especially the commentary of the Holy Quran with the title Tafseer ul Quran Wa Huw Al Huda wa Al Furqan. This Tafseer was written against the traditional methodology. This made him to change so many affirmed beliefs of the Muslims. He based his Tafseer on human logic and followed certain views of Mu'tazilites school of thought.

This research will explore a review of modernist tendencies in the Sir Syed's Tafseer in the light of Islamic thought and to highlight some basic concepts in his Tafseer where he deviated from the conventional and agreed basic beliefs.

Keywords: Tafsir Al-Quran, Modernism, Sir Syed Ahmad Khan, Islamic Modernism, Tendencies, Western Thoughts, Islamic Thought.

Article Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/4159

موضوعِ تحقیق کا تعارف واہمیت:

زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ رجحانات اور ترجیحات میں تبدیلی آتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر تبدیلی مفید اور مثبت ہو۔ لہذا دیکھنا یہ ہوگا کہ تبدیلی ہمیں منزل کی طرف لے جارہی ہے یا مخالف سمت میں۔ اگر منزل کی طرف گامزن ہیں تو تبدیلی وترقی معاون، مفید اور مثبت ہے۔ آج اگر دیکھا جائے تو دنیا میں ہر شخص ترقی کرنے کا خواہاں ہے لیکن ترقی کا صحیح راستہ معلوم نہیں جس کی وجہ سے منزل سے دور ہوتا جارہا ہے۔ خاص طور پر مسلم امت کو اپنی منزل سے بھٹکانے کے لیے تجدد پسند طبقہ سرگرمِ عمل ہے اور کسی بھی قیمت دین کو موجودہ دور کے تقاضوں میں ڈھالنے کے لیے کوشاں ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ قدیم روایات کو روشن خیالی اور تعبیر نو کے خوش کن نعروں سے تبدیل کر دیا جائے۔ اگر تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو امت میں سب سے پہلے معتزلہ نے قرآن و سنت کو سمجھنے کے لیے عقل کو معیار بنایا اور اپنی من مانی تعبیرات سے دین کی نئی تشریحات کیں۔ ایسے ہی آج کل کے جدت پسند قرآن وسنت کی چودہ سو سالہ تعبیرات سے ہٹ کر نئی تشریح کر کے معتزلہ کی اسی فکر کو پروان چڑھارہے ہیں۔ یورپ میں بھی جدیدیت کی وجہ بعض سائنسی نظریات کا مذہب مخالف ہونا بنی اور یہ نظریہ زور پکڑنے لگا کہ مذہب کو حالات کے مطابق تبدیل کیا جانا چاہیے۔

تجدد پسندی نے مغرب سے مذہبی روایات اور اقدار چھین لیں اور اب اس کے اثرات بڑھتے بڑھتے اسلامی دنیا تک پہنچ چکے ہیں۔ قرآن کریم دینِ اسلام کی بنیاد اور دستور ہے اور اس کی تعبیر سنتِ رسول کے ذریعہ کی گئی۔ تجدد پسند طبقہ کے سرخیل انیسویں صدی میں سرسید احمد خان تھے جو یہ چاہتے تھے کہ برصغیر کے مسلمان اپنے حکمران طبقہ یعنی انگریزوں کے قالب میں ڈھل جائیں تاکہ دنیاوی طور پر ترقی کر سکیں اور انگریز سرکار کے عتاب سے بچ سکیں۔ اس کے لیے انہوں نے تفسیر القرآن وھو الھدی والفرقان کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھی اور اصول تفسیر بھی وضع کیے۔ اس سلسلے میں انہوں نے وحی، معجزات، جنت، دوزخ، ملائکہ، جنات، شیطان، وغیرہ کی من مانی توجیہات کیں جو چودہ سو سالہ مفسرین کرام کی تفاسیر سے یکسر مختلف تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ عقل کو پیمانہ بناتے ہوئے ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے جس سے بہت سارے احکامات بے معنی رہ جاتے۔ سرسید اور ان کی متبع تجدد پسند طبقہ حدیث پاک کو صرف تاریخی لٹریچر کی حیثیت دینے کی کوشش کر رہا ہے گویا اسلام کی اس دوسری اساس سے لوگوں کا اعتماد مجروح کر کے اس کی مسلّم حیثیت کو مسخ کرنے کی سعی کر رہا ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ کے قول و عمل یعنی حدیث کو متنازعہ بنا کر قرآن کریم کی من مانی تعبیرات کے لیے راہ ہموار کی جارہی ہے۔

دین اسلام آفاقی اور قیامت تک کے لیے دین بنا کر بھیجا گیا ہے لہذا وقت کے تقاضوں کے مطابق نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے اجتہاد اور تجدید کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور فقہاء کرام اپنی ذمہ داری کو بحسن وخوبی ہر زمانے میں نبھاتے چلے آرہے ہیں۔ اصل کشمکش جدیدیت اور تجدد کے مابین چلی آرہی ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ تجدد کی کئی آوازیں مختلف زمانوں

میں اٹھیں اور خوشنما نعروں کے ذریعہ آگے بڑھنے کی کوششیں کیں لیکن آخر دم توڑ گئیں کیونکہ علماء حق نے ہر زمانے میں ان کا مقابلہ کیا۔ تجدد پسندی کی تحریکات کا انجام آخر کار وہی ہوا جو اکبر بادشاہ جیسے طاقتور حکمران کے دینِ الٰہی کا ہوا۔ کلام مجید نے پہلے ہی اسے واضح کیا:

"وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے، چاہے مشرکوں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار گزرے۔"[1]

اس مقالے میں اسلامی فکر کے تناظر میں سر سید احمد خان کی تفسیر القرآن کے تجدد پسندانہ نظریات کا جائزہ لیا جائے گا۔

سابقہ کام کا جائزہ:

سر سید احمد خان کے عقائد و نظریات کے رد میں کئی علماء نے کتب و رسائل تصنیف کیے۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کا تصفیۃ العقائد سات صفحات پر مشتمل مکتوب ہے جو سر سید کے تفوقِ عقل کے فلسفہ کی تردید میں تحریر کیا گیا تھا۔ اسی طرح مولانا عبد الحق حقانی نے تفسیرِ حقانی کے مقدمہ میں سر سید کے افکار پر نقد کیا ہے۔ سر سید کی تردید پر سید احمد حسن نے مقدمہ احسن التفاسیر میں جامع نوٹ لکھا ہے۔ مولانا ثناء اللہ امر تسری نے تفسیر ثنائی میں عقلی و نقلی طور پر رد کیا ہے۔ اسی طرح مولانا اشرف علی تھانوی نے الانتباہات المفیدہ کے نام سے سر سید کے افکار کے رد میں لکھی جو بعد ازاں مولانا مصطفیٰ بجنوری کی تسہیل و تشریح کے ساتھ اسلام اور عقلیات کے عنوان سے شائع کی گئی۔ ایسے ہی عمدۃ البیان اس موضوع پر ابو عمار علی نے لکھی۔ مولانا یوسف بنوری نے یتیمۃ البیان میں سر سید کے نظریات پر رد میں لکھی۔

جدیدیت:

دنیا کی ترقی کے اثرات مذہب پر پڑے اور جدیدیت کے نعرے بلند ہونے لگے۔ جدیدیت نئے پن کو کہتے ہیں اور یہ اصل میں یورپ میں سائنسی ترقی کے بعد ہر شعبۂ زندگی میں آئی۔ خاص کر دین و مذہب بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے بلکہ ایسے سکالرز اٹھے جنہوں نے اسلام کی تشکیل نو کا بیڑہ اٹھایا۔ چنانچہ تاریخی اعتبار سے مذہبی طور پر دو مختلف ردعمل سامنے آئے:

تجدید:

تجدید کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ زمانہ کے تغیر و تبدل کو سامنے رکھتے ہوئے دین کو اس کی حقیقی شکل میں موجودہ زبان و بیان میں قوتِ استدلال کے ساتھ پیش کیا جائے اور اجتہاد کے ذریعہ پیش آمدہ مسائل کا حل قرآن، سنت، اجماع

---

[1] سورۃ الصف:9 [هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ]

اور قیاس کے اصولوں کے تحت سامنے لایا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ عصرِ حاضر کے تمام وسائل سے فائدہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ ہر زمانے میں دینی تعلیمات کا عملی زندگی کے ساتھ بہترین ربط قائم رہتا ہے اور صراطِ مستقیم پر چلنا ہر مسلمان کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔

تجدد:

تجدد کی مفہوم یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ زمانے کے تقاضوں کے نام پر دین کو ہی بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگرچہ کسی طور پر اس کوشش سے بھی زمانے اور زندگی کے مابین تعلق بن جاتا ہے لیکن اس تعلق کی بنیاد دین نہیں بلکہ بے دینی والحاد ہوتا ہے۔ اس طریقے سے مذہبی تعلیمات کو خواہشات کے تابع کر دیا جاتا ہے اور نئی تہذیب کے اعتراضات کو دور کرنے کے لیے مذہبی تعلیمات میں تبدیلی کر دی جاتی ہے۔ اگر اس طریقہ کو مسلمان اپنالیں تو ہر نئی تہذیب کے ساتھ دین کو اتنا تبدیل کر دیا جائے گا کہ دین اسلام کی اصل شکل ہی مسخ ہو جائے گی۔ تجدد پسند طبقہ کے سرخیل سرسید احمد خان تھے جنہوں نے معتزلی فکر کو پروان چڑھا کر دین اسلام کے بنیادی تصورات کو بدلنے کی کوشش کی۔

سرسید احمد خان:

سرسید احمد خان 1817ء دہلی کے سادات خاندان میں پیدا ہوئے۔ برائے نام مغلیہ حکومت تھی اور بہادر شاہ ظفر تخت نشین تھے لیکن عملاً انگریزوں کی عمل داری تھی۔ ایک طرف سیاسی و اخلاقی طور پر برصغیر روبزوال تھا تو دوسری طرف مسلمانوں کے مذہبی مسلمات پر بھی ریک حملے مغرب کی طرف سے ہو رہے تھے۔ ان کا فلسفۂ عقل مسلمانوں کے نظریات پر تنقید کر رہا تھا۔ اس کا حل تو یہی تھا کہ بحیثیتِ مسلمان ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ عقل وحی کے تابع ہے لہذا عقل کی وہاں تک رسائی ہی ممکن نہیں لیکن سرسید احمد خان نے اسلامی عقائد کو عقل کے موافق ڈھالنے کا طریقہ اختیار کیا اور تیرہ سو سالہ متفقہ عقائد کو تحریف و تاویل کر کے عقل کے مطابق کرنے کی کوشش میں انہیں مشکوک کر ڈالا۔

سرسید کے مطابق جو مذہبی تعلیمات، فقہی تفصیلات، اعتقادی نظریات اور احکام و مسائل کا وہ مجموعہ جو موجودہ دور میں "اسلام" کے عنوان سے پیش کیا جاتا ہے، وہ موجودہ زمانے کے سائنسی اور عقلی علوم کے مقابلے میں علمی طور پر استدلال یا پائیداری کے اعتبار سے قابلِ دفاع نہیں رہتا۔ اس بات کا تقاضا ہے کہ دین کی اس تعبیر پر تنقیدی نظر ڈالی جائے جو روایتی قالب میں منجمد ہو چکی ہے اور جو جدید علمی ترقیات سے ہم آہنگ ہونے سے قاصر دکھائی دیتی ہے۔[2]

[2] حیاتِ جاوید، الطاف حسین حالی، ارسلان بکس، ج 1، ص 225

سر سید احمد خان نے اسی بات کو بنیاد بنا کر تصنیف کے میدان میں کئی کتب تحریر کیں۔ ان کی مشہور تصانیف میں رسالہ اسبابِ بغاوتِ ہند، تصحیح تاریخ فیروز شاہ، آثار الصنادید، تبیان الکلام، تفسیر الکلام، آئینِ اکبری، تاریخ بجنور، خطباتِ احمد یہ اور تفسیر القران شامل ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ ان کی اسی آخری تصنیف یعنی تفسیر القرآن کے متعلق ہے۔

تفسیر القرآن وھوالھدی والفرقان:

سر سید احمد خان نے جب دیکھا کہ مغرب کا فلسفۂ عقل مسلمانوں کے مسلمہ عقائد اور نظریات پر حملہ آور ہو رہا ہے تو دینِ اسلام کے دفاع کی ٹھان لی۔ دفاع میں تو انہیں مغرب کے اعتراضات کا توڑ کرنا چاہئے تھا لیکن انہوں مسلمانوں کے عقائد و نظریات کو مغربی ذہن سے اٹھنے والے سوالات کے مطابق ڈھالنا شروع کر دیا۔ چنانچہ تفسیر القرآن کو انہوں نے مغرب کے عقل سے اٹھنے والے سوالات کے مطابق ڈھالنے کا بیڑہ اٹھایا اور اس راہ پر چلتے ہوئے تیرہ سو سالہ تفسیر لٹریچر کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے من مانی تفسیر کا رخ کیا۔ چھ جلدوں پر مشتمل سورۃ الفاتحہ سے سورۃ طہٰ تک کی تفسیر زندگی میں لکھی۔ جدید ذہن کو سامنے رکھ کر تفسیر کو تحریر کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے اصول بھی خود سے مقرر کیے اور ذاتی علم و عقل کا سہارا لے کر تفسیر کر ڈالی۔ خود رقم طراز ہیں:

"میں نے اپنی طاقت کے مطابق فرقانِ حمید پر خود سے غور کیا اور ارادہ کیا اسے خود ہی سمجھنا چاہیے۔"[3]

قرآن کریم کی تفسیر کے لیے انہوں نے اپنی تجدد پسندی کو سامنے رکھتے ہوئے کچھ اصول وضع کیے ہیں۔ ان تفسیری اصولوں کے مطابق

1. اللہ تعالیٰ حاضر ناظر، قادر مطلق اور خالق کائنات ہے
2. انسانوں کی راہ نمائی کے لیے وقتاً فوقتاً انبیاء کرام کو بھیجا جن میں حضرت محمد ﷺ بھی شامل ہیں۔
3. قرآن کریم بذریعہ وحی نازل کیا گیا ہے جو اللہ تعالی کا کلام اور مستند ہے۔
4. اس بات کی کوئی اہمیت نہیں کہ یہ قرآن جبریل علیہ السلام لے کر آئے یا قلب اطہر پر القا کیا گیا۔
5. قرآن پاک میں کوئی بات خلافِ واقعہ نہیں۔[4]
6. عقل اور نقل میں تعارض کی صورت میں عقل کو ترجیح ہو گی۔[5]

[3] تفسیر القرآن، رفاہ عام سٹیم پریس لاہور، ج2، ص19

[4] سر سید احمد خاں، تفسیر القرآن مع اصولِ تفسیر، دوست ایسوسی ایٹس لاہور، ط:1995ء، ص1 تا36

[5] سر سید احمد خاں، تفسیر القرآن، ج6، ص118

7. اس دنیا کا ہر فعل تعلیل و تسبیب کے ہمہ گیر قانون پر استوار ہے۔[6]

8. تفسیر کے لیے احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ اور مفسرین کے اقوال کی چنداں حاجت نہیں۔[7]

تفسیر القرآن میں تجدد:

تفسیر کرتے ہوئے سر سید احمد خان نے مختلف مقامات پر نئے مفاہیم و معانی متعارف کرائے ہیں اور گزشتہ مفسرین کا رد کرتے ہوئے تفسیر کی ہے۔ اس سلسلے میں مقالہ ہذا میں صرف چار عنوانات کے تحت بحث کی جائے گی جن متفقہ عقائد و نظریات سے تفسیر کرتے ہوئے سر سید نے انحراف کیا ہے۔ ان میں انبیائے کرام کے معجزات، غیر مرئی مخلوقات جیسے جنات، فرشتے اور ابلیس، بعث بعد الموت اور شعائر اللہ کے بارے میں بحث شامل ہے۔

معجزات کی نفی:

سر سید احمد خان نے معجزاتِ انبیاء کے متعلق اپنے مخصوص نقطۂ نظر کا اظہار کرتے ہوئے قرآن مجید کی بعض آیات کی روشنی میں یہ موقف اختیار کیا کہ معجزات کا تصور در حقیقت عوامی مطالبے یا مذہبی روایات کا نتیجہ ہے، نہ کہ ایک حقیقی اور قطعی حقیقت۔ ان کے مطابق قرآن حکیم نبی کریم ﷺ کے لیے کسی خاص معجزے کے انکار کو بیان کرتا ہے، اور چونکہ حضور ﷺ تمام انبیاء میں افضل و اکمل ہیں، اس لیے اگر آپ کے ساتھ کوئی معجزہ بطور دلیل پیش نہیں کیا گیا تو دیگر انبیاء کے لیے معجزات کی حقیقت بھی محلِ نظر ہے۔ سر سید کا یہ مؤقف قرآن کی عقلی و اخلاقی تعلیمات کو بنیاد بنا کر معجزات کے مافوق الفطرت تصور سے ہٹ کر ان کی تاویلات پر مبنی ہے۔ اور جنہیں لوگ معجزات کہتے ہیں وہ عام واقعات تھے۔ یہ استدلال سورۃ العنکبوت کی درج ذیل سے کیا ہے:

"یہ لوگ کہتے ہیں: کیوں نہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی نازل ہوئی؟ آپ کہہ دیجیے: نشانیاں تو صرف اللہ کے اختیار میں ہیں، اور میں تو صرف صاف طور پر خبر دار کرنے والا ہوں۔"[8]

حالانکہ آیت کریمہ میں تو رسول اکرم ﷺ نے کافروں کے من پسند معجزات اور نشانیاں دکھانے کے سوال کے جواب میں وضاحت کی ہے کہ معجزات میرے ہاتھ سے اگر ظاہر ہوتے ہیں تو اللہ تعالی کی قدرت اور اذن سے ہوتے ہیں۔ جب

---

[6] سر سید احمد خاں، تحریر فی اصولِ التفسیر، ج8، ص 21

[7] سر سید احمد خاں، تحریر فی اصولِ التفسیر، ج7، ص 27

[8] سورۃ الانبیاء: 68تا70 [وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ]

وہ چاہے اور جو معجزہ دکھانا چاہے تو اس کی مرضی ہے۔ لہذا اس آیت سے یہ ظاہر ہی نہیں ہوتا کہ پیغمبر سے کوئی معجزہ صادر ہی نہیں ہوا۔

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کے ٹھنڈے ہونے کے معجزہ کی نفی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"ہمارے علمائے مفسرین نے قرآن کریم کی آیتوں کی یہی تفسیر کی کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور وہاں سے وہ صحیح سالم نکلے۔ حالانکہ قرآن کی کسی آیت میں اس بات کی دلیل نہیں کہ ابراہیم علی نبینا وعلیہما السلام آگ میں ڈالے گئے تھے۔"[9]

حالانکہ قرآن کریم کی سورۃ الانبیاء میں واضح طور پر ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے اور آگ کو اللہ تعالیٰ کا ٹھنڈا ہونے کا حکم مذکور ہے۔

"انہوں نے کہا: اسے جلا ڈالو، اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کر سکتے ہو۔ تو ہم نے فرمایا: اے آگ! ابراہیم کے لیے ٹھنڈی ہو جا، اور باعثِ سلامتی بن جا۔ وہ لوگ اس کے خلاف سازش میں لگے رہے، مگر ہم نے انہیں ہی نقصان اٹھانے والوں میں شامل کر دیا۔"[10]

سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ:

اسی طرح حضرت موسیؑ کے لکڑی سے اژدہا بننے کے معجزے کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انہوں نے اپنی لاٹھی پھینکی، یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ سانپ بن گئی ہے، اور وہ انہیں ایک اژدھے کی مانند دکھائی دی۔
یہ درحقیقت ان کا اپنا گمان تھا— حقیقت میں وہ لکڑی ہی تھی، اس میں کوئی حقیقی تبدیلی نہیں آئی تھی۔"[11]

جب کہ تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ عصا حقیقت میں اژدہا بن گیا اور موسیٰ علیہ السلام نے اس سے خوف محسوس کیا جیسا کہ سورۃ طٰہٰ میں ہے:

قَالَ أَلْقِهَا يَامُوسَى فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَى قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَى [12]

---

[9] سرسید احمد خاں، تفسیر القرآن، ص 8/206

[10] سورۃ العنکبوت:50 [قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ قُلْنَا يَانَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ]

[11] سرسید احمد خاں، تفسیر القرآن، ص 13/171

"ارشاد ہوا: اے موسیٰ! اسے زمین پر ڈال دو۔ چنانچہ انہوں نے لاٹھی پھینکی، تو وہ فوراً ایک پھرتا ہوا سانپ بن گئی۔ اللہ نے فرمایا: اسے پکڑ لو اور خوف نہ کرو، ہم اسے پہلے جیسی حالت میں واپس لے آئیں گے۔"

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ حقیقی دوڑتا ہوا سانپ بنا اور پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علی نبینا و علیہما السلام کو تسلی دی کہ ہم اس کو پہلی والی حالت پر لوٹا دیں گے۔ تو سوال یہ بنتا ہے کہ اگر وہ لکڑی، لکڑی ہی تھی تو پھر پہلی والی حالت میں لوٹانے کا کیوں فرمایا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ:

قرآن کریم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات بھی بیان فرمائے جن میں مٹی کی صورت بنا کر اس میں پھونک مار کر زندہ پرندہ بننا۔ لیکن سر سید اس معجزے کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت عیسیٰؑ بچپن میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنے میں مٹی کے جانور بنا لیتے تھے اور جیسے کبھی کبھی اب بھی ایسے موقعوں پر بچے کھیلنے میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں روح ڈال دے گا، وہ بھی ایسا کہتے ہوں گے۔"[13]

سر سید نے واضح قرآنی بیان میں تاویل کر کے متفقہ معجزۂ عیسوی کی نفی کر دی۔ حالانکہ سیدنا عیسیٰؑ کے معجزات تو بچپن میں لوگوں سے کلام کر کے شروع ہو چکے اور اتنے عظیم معجزے کو زمانہ طفولیت میں بچوں کے ساتھ کھیل کود میں کئے گئے سے تعبیر کرنا خود ایک بچگانہ فعل ہے۔

شیطان، جنات اور فرشتے:

سر سید احمد خان کا مغربی فلسفۂ عقل سے شدید متاثر تھے۔ جیسے یورپ نے سائنس میں ترقی کی تو غیر مرئی مخلوقات کی نفی کرنے لگے اور اس پہلے لوگوں کے توہمات گردانے لگے۔ جیسے فرائڈ نے انسائیکلوپیڈیا آف ریلجین میں اس کی تصریح کی ہے۔[14] ان افکار کے زیر اثر سر سید نے بھی نظر نہ آنے والی مخلوقات جیسے شیطان، فرشتے اور جنات کے خارجی وجود کا انکار کر دیا۔

قرآن کریم کی سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 30 میں تخلیقِ آدم کے حوالے سے فرشتوں کا ذکر ہے:

---

[12] سورۃ طٰہٰ: 19 تا 21

[13] سر سید احمد خاں، تفسیر القرآن، ص 154/2

[14] Mircea Eliade, The Encyclopedia of Religion, Editor in Chief, London and New York, 1987, Vol 4, p 291.

"وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ" [15]

"اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں ایک جانشین مقرر کرنے والا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: کیا آپ ایسی مخلوق کو وہاں بسائیں گے جو فساد پھیلائے گی اور خون بہائے گی، جبکہ ہم آپ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں؟ اللہ نے فرمایا: میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔"

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر ملائکہ یعنی فرشتوں کا تذکرہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ان کو مخاطب کرنا، ان سے مکالمہ اور پھر ان کا اپنی بندگی کا اظہار کرنا، ان کے وجود پر دلالت کرتا ہے لیکن سر سید احمد خان کی تعبیر کے مطابق قرآنِ مجید میں مذکور ملائکہ کوئی خارجی، مافوق الفطرت مخلوق نہیں بلکہ وہ دراصل قدرتِ الٰہی کے وہ مظاہر اور قوانینِ فطرت ہیں، جن کے ذریعے کائنات میں مختلف ظاہری و باطنی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً پانی کی نرمی، درختوں کی افزائش، یا بجلی کی کشش و دفع کی طاقتیں—یہ سب خدا کی تخلیق کردہ قوتیں ہیں، جنہیں وہ ملائکہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک فرشتہ اور شیطان درحقیقت انسان کے اندر موجود ملکوتی اور بہیمی صفات کی علامتیں ہیں۔ یہ قوتیں انسان کے عمل میں نیکی یا بدی کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہیں، اور یہی قوتیں انسانی شخصیت میں فرشتوں اور شیاطین کی حیثیت رکھتی ہیں۔[16]

اسی طرح سر سید احمد خان کے نزدیک قرآن میں جنات کا تذکرہ حقیقت میں کسی مادی و خارجی مخلوق کے طور پر نہیں ہے بلکہ یہ الفاظ ان اشیاء یا مظاہر کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوئے ہیں جو انسانی آنکھ سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ ان کا استدلال ہے کہ قرآن میں جن کا اطلاق بعض اوقات شر پسند انسانوں، جنگلی و غیر متمدن قبائل اور بعض مواقع پر شیطان صفت انسانوں پر بھی ہوتا ہے۔ ان کے بقول قرآن میں مذکور جنات کا تعلق دراصل انسانی بیماریوں، نافرمانیوں اور آفات سے جوڑا گیا ہے، اور مشرکین کے عقائد کو مخاطب کرتے ہوئے بعض مقامات پر ان کا ذکر محض خطیبانہ اسلوب میں ہوا ہے، جس سے ان کا حقیقی وجود مراد نہیں لیا جاسکتا۔[17]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سر سید کے ہاں جنات، ملائکہ اور شیطان کے وجود کا کوئی تصور نہیں بلکہ استعارۃ کے طور پر اور دیگر معنوں میں یہ الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں جن سے ان کا وجود فی الواقع ثابت ہی نہیں ہوتا۔

---

15 سورۃ البقرۃ: 30

16 سر سید احمد خاں، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، ص117

17 سر سید احمد خاں، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، ص613 تا 624

موت کے بعد کی زندگی:

مسلمان کے لیے ایمانیات میں ایک اہم عقیدہ بعث بعد الموت ہے۔ اس کا ماننا ایمان کا لازمی جزو ہے۔ انسانی روح اسی دنیاوی بقن کے ساتھ ثواب و عذاب کو چکھے گی۔ مستشرقین ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں اور انہی سے متاثر ہو کر سر سید احمد خان اس بدن کے جزاو سزا کا انکار کیا ہے۔

سر سید احمد خان کے مطابق قرآن میں قیامت کے واقعات کو جو انداز میں بیان کیا گیا ہے، وہ زیادہ تر تمثیلی اور علامتی پہلو رکھتے ہیں، جن کا تعلق مستقبل کی کائناتی تبدیلیوں سے ہے۔ ان کے نزدیک، موت کے بعد انسان کی جزاو سزا کا آغاز فوراً ہو جاتا ہے، اور قیامت کا مطلب ایک بڑی کائناتی تبدیلی ہے نہ کہ تمام انسانوں کا موجودہ اجسام میں دوبارہ زندہ کیا جانا۔ ان کا خیال ہے کہ چونکہ قرآن کے نزول کے وقت عرب قوم روح اور آخرت کے تصور سے زیادہ مانوس نہ تھی، اس لیے قرآن نے جزاو سزا کو مادی جسموں کی واپسی کے طور پر بیان کیا، تاکہ وہ اس تصور کو بہتر سمجھ سکیں۔ تاہم، ان کے مطابق آخرت کی جزاو سزا کا اصل پہلو روحانی ہو گا، نہ کہ جسمانی۔[18]

جنت و دوزخ کے متعلق عقیدہ:

مرنے کے بعد کی زندگی جزا اور سزا پر مشتمل ہے جس میں جزا جنت کی شکل میں اور سزا جہنم کی شکل میں دی جائے گی لیکن سر سید احمد خان نے جنت و دوزخ کو بھی تمثیلی قرار دیا ہے۔ اور ان مروجہ تفسیری تعبیرات پر تنقید کرتے ہیں جن میں جنت کو جسمانی لذتوں اور مادی نعمتوں کا مرکز بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک، بعض علماء اور صوفی مزاج افراد نے جنت کی ایسی تصویر کشی کی ہے جو انسانی خواہشات اور دنیاوی آسائشوں پر مبنی ہے، جبکہ وہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کا مقصد ایسی جنت کی تصویر پیش کرنا نہیں، بلکہ ایک بلند روحانی حقیقت کو بیان کرنا ہے۔[19]

سر سید احمد خان کے مطابق قرآن مجید سے یہ بات قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتی کہ جنت اور دوزخ کا خارجی وجود اس وقت بالفعل (یعنی فی الحال) موجود ہے۔ ان کے خیال میں ان حقائق کا تصور قرآن میں علامتی انداز میں پیش کیا گیا ہے، اور ان کا ظاہری وجود تسلیم کرنا ضروری نہیں۔[20]

---

[18] سر سید احمد خاں، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، ص635 تا675

[19] ایضًا ص106 تا108

[20] سر سید احمد خان، تفسیر القرآن، رفاہ عام سٹیم پریس لاہور، ص1/ 31

ان دونوں عبارات سے سرسید جنت و دوزخ کے وجود کی نفی کر رہے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں کئی جگہ پر جنت و جہنم کا تذکرہ کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ثابت ہیں اور تخلیق کی جاچکی ہیں۔

"تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَن كَانَ تَقِيًّا" [21]

"یہ وہ جنت ہے جس کا ہم اپنی مخلوق میں سے صرف ان لوگوں کو وارث بنائیں گے جو پرہیز گاری اختیار کرتے ہیں۔"

ایسے ہی قرآن کریم میں جہنم کے بارے میں مذکور ہے:

هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ [22]

"یہ وہی جہنم ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا رہا تھا۔"

ان دونوں آیات سے واضح ہے کہ جنت اور جہنم کوئی خیالی یا تمثیلی باتیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق فرمائی اور اہل ایمان کو جنت کی بشارت جبکہ کفار کو جہنم کی وعید سنائی گئی۔

شعائر اللہ کے بارے میں تحریفات:

قرآن کریم شعائر اللہ کی تعظیم کی تعلیم دیتا ہے اور اس عمل کو دل کے تقویٰ سے تعبیر کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذَلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ [23]

"ان باتوں کو ذہن نشین رکھو، اور جو کوئی اللہ کے مقرر کردہ نشانات کی عزت کرتا ہے، تو یہ عمل دل کی پرہیز گاری کی علامت ہے۔"

شعائر اللہ میں دو بنیادی چیزیں شامل ہیں۔ ایک قرآن شریف اور دوسرا کعبہ شریف۔ ان دونوں کے حوالے سے قرآن کریم کی صریح آیات کی موجودگی میں ایسی خلاف واقعہ اور عام مفسرین کی روش سے ہٹ کر بات کرنا، آیات قرآنیہ میں معنوی تحریف ہے۔

---

21 سورۃ مریم: 63

22 سورۃ یٰس: 63

23 سورۃ الحج: 32

قرآن شریف:

قرآن کریم کے بارے میں مسلمان یہ متفقہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا معجزہ ہے اور فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ ہے۔ آج تک اس کا توڑ اور اس کے مقابلے کی کوئی کتاب یا اس کا کوئی جزو نہیں پیش کیا جا سکا۔ فصیح و بلیغ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ پر نازل فرمایا۔ لیکن اس کے برعکس سر سید احمد خان لکھتے ہیں:

"قرآن مجید کی فصاحت کو بے مثل معجزہ سمجھنا ایک غلط فہمی ہے۔"[24]

حالانکہ جس دور میں قرآن کریم نازل ہوا، وہ دور عربی ادب اور فصاحت و بلاغت کا دور تھا۔ اس دور کے فصحاء، شعراء، ادباء اور مصنفین کو قرآن کریم کا کھلا چیلنج تھا کہ قرآن کریم کی سورتوں جیسی کوئی ایک سورت ہی پیش کر دیں[25] لیکن وہ لوگ اس سے عاجز آ گئے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ قرآن کریم فصاحت کے لحاظ سے معجزہ نہیں، غلط ہے۔

کعبہ شریف اور بیت اللہ:

اسی طرح بیت اللہ شریف اللہ تعالیٰ کا زمین پر اولین گھر ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اس کی تصریح موجود ہے:

"إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ"[26]

"حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لیے بنایا گیا یقینی طور پر وہ ہے جو مکہ میں واقع ہے (اور) بنانے کے وقت ہی سے برکتوں والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے لیے ہدایت کا سامان ہے۔"

قرآن کریم نے بیت اللہ کو زمین پر اولین گھر ارشاد فرمایا اور عبادت کی جگہ، برکتوں کی آماجگاہ اور مسلمانوں کے لیے مرکز اور ہدایت کا سامان بنایا۔ اسلام کا مرکز اور ہر لحاظ سے قابل احترام جگہ ہے۔ علاوہ ازیں عالم کی بقا بیت اللہ کی موجودگی سے ہے، اس کا اکرام و احترام مسلمان پر واجب ہے لیکن سر سید اپنی تفسیر میں خانہ کعبہ کی تعظیم کو غیر ضروری سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک خانہ کعبہ کی ظاہری ساخت یا اس کے گرد طواف کو نجات کا ذریعہ سمجھنا ایک خام خیالی ہے۔ ان کے بقول محض طواف کرنے سے جنت کا حصول ممکن نہیں، کیونکہ وہ اسے ایک عام عمل سمجھتے ہیں جو کسی حقیقی روحانی قدر کا حامل نہیں، اور ان کے نزدیک طواف کو باعثِ برکت سمجھنا غیر عقلی بات ہے۔[27] علاوہ ازیں سر سید احمد خان کے نزدیک کعبہ کی طرف رخ کرنا نماز

---

[24] سر سید احمد خان، تصانیفِ احمدیہ، ص 1/21

[25] سورۃ البقرۃ: 23

[26] سورۃ آل عمران: 96

[27] سر سید احمد خان، تفسیر القرآن، ص 1/211 تا 215

کے لیے شرعی طور پر لازمی حکم نہیں، بلکہ وہ اسے صرف ایک علامتی رخ قرار دیتے ہیں اور اس پر اصرار کو وہ اسلام کی اصل تعلیمات کا حصہ نہیں سمجھتے۔[28]

خلاصہ کلام:

جدیدیت کی وہ شکل جو تجدد کی شکل میں پائی جاتی ہے جس میں اسلام کا بنیادی ڈھانچہ تبدیل کر کے عقل کے پیمانے پر احکام کو تولا اور پرکھا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ مغربی اعتراضات کو دور کیا جاتا ہے، وہ ناقابل تسلیم ہے۔ ہاں ایسی تبدیلی جس میں اسلامی اصولوں کو پامال نہ کیا جائے اور ان اصولوں کی روشنی میں نئے مسائل کو حل کیا جائے اور اعتراضات کو دور کیا جائے، اجتہاد اور استنباط کے ذریعہ نسل نو کی راہ نمائی کی جائے، مطلوب و مستحسن ہے۔ اور اس ثانی الذکر طریقہ کو چودہ سو سال سے فقہائے امت نے سنبھالا ہوا ہے۔

سر سید احمد خان اور دیگر ایسے افراد جنہوں نے تجدد پسندی کی راہ اختیار کی اور اس راستے پر چلتے ہوئے بالکل اساسی مسائل و عقائد کو بدل کر رکھ ڈالا۔ جس حکم کی انہیں عقلی وجہ سمجھ نہ آئی اس کی نفی کر دی یا تحریف کر ڈالی۔ امت میں عقل پرستی کا پہلا بیج معتزلہ نے بویا تھا، اگرچہ وہ فرقہ ختم ہو گیا مگر ان کے افکار کا سہارا لے کر آج بھی متجددین اسلام کے ڈھانچے کو ڈھانے میں مصروف کار ہیں۔ اگر آج کل کے دانشوروں اور فلاسفرز کو دیکھا جائے تو ان تانے بانے سر سید احمد خان سے ملتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بے دینی، الحاد اور بے راہ روی کا شکار ہونے والوں کی اکثریت انہی لوگوں کی پیروکار ہے جو جدیدیت کے پُرفریب نعرے کے ذریعہ نسلِ نو تشکیک والحاد کی کھائیوں میں گرا رہی ہے۔

---

[28] سر سید احمد خان، تفسیر القرآن، ص 1/157 تا 161